پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو بیماردار(۱)

(بیماریٔ غالب بہ زبان غالب)

ڈاکٹر عطاالرحمٰن میو

Dr. Atta u Rehman Meo

Associate Professor, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Letters have an important role in Urdu literature. Ghalib has highlighted many important aspects in his letters. One of them is the physical pain of Ghalib. He suffered from many physical ailment, the pain and severity of which are well expressed in his letters. He used a number of terms to describe these physical disorders that seems to be no longer in use in Urdu literature. This article tries to explain obsolete words and their meanings in order to provide guidance for the novice researchers.

کلیدی الفاظ: سروچراغاں، لرزہ، اوجاع، سریع التاثیر، تحلیل، ناقص، افعال دماغ، عوارض، کسک، تشنج، ٹیس، صاحب فراش، احتراق، حظ اٹھانا

خطوطِ غالب اپنے باطن میں عصری تاریخ کے بنیادی ماخذ کے طور پر اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ ان کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کے مطالعے سے نہ صرف غالب کی نجی زندگی کے بہت سے چھپے ہوئے گوشے سامنے آتے ہیں جن میں غالب، سسکتا، بلکتا، کراہتا، تڑپتا اور اپنی زندگی سے عاجز دکھائی دیتا ہے بلکہ وہ ایک حوصلہ مند، بااعتماد، مورخ، نقاد، ماہر لسانیات، مکتوب نگار، تخلیق کار، جوہر شناس/مردم شناس، لغت نگار اور انسان دوست کے طور پر اپنا تعارف کرواتا ہے۔

خطوط غالبِ میں غالب نے اپنے بہت سے جسمانی عوارض کی لحہ بہ لحہ تصویر کشی کی ہے جنہیں پڑھ کر یوں لگتا ہے گویا ہم خود اپنی آنکھوں سے ان عوارض کی تکلیف، کسک، تشنج، جسمانی کھچاؤ، اعصابی درد اور چہرے کے بنتے بگڑتے تیور دیکھ رہے ہیں۔ ہم خود ان عوارض کی ٹیسیں محسوس کر رہے ہیں لیکن مشیت ایزدی کے سامنے بے بس ہیں کہ غالب کے ان عوارض کا مداوا کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ کوئی ایک تکلیف ہو تو اس کا ذکر کیا جائے۔ جب جسم ہی بیماری سے چھلنی ہو چکا ہو تو پھر کس کس کا رونا رویا جائے۔ اپنے ایک شاگرد نواب انوارالدولہ بہادر شفق کے نام اپنی بیماری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ بارہ تیرہ مہینے صاحب فراش رہا۔ اٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا؟ نہ تپ، نہ کھانسی، نہ اسہال، نہ فالج، نہ لقوہ، ان سب سے بدتر ایک صورت پر

کدوت یعنی احتراق کا مرض۔ مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے۔ ہر پھوڑا ایک زخم۔ ہر زخم ایک غار۔ ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے بے خور وخواب اور شب و روز بے تاب رہا ہوں۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی۔ دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی، جاگ اٹھا، تڑپا کیا، پھر سو گیا، پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے۔ پھر تخفیف ہونے لگی، دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا۔ نئے سرے سے روح قالب میں آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتواں اور سست ہوں۔ حواس کھو بیٹھا۔ حافظے کو رو بیٹھا۔ اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اٹھے۔''(۲)

دنیاوی رنج والم اور ذاتی، جسمانی تکالیف نے غالب کو جو داغ دیے یہ داغ اگرچہ انتہائی غم انگیز تھے لیکن ان داغوں سے کھیلنا، ان سے حظ اٹھانا، غالب کا مشغلہ بن گیا۔ ان داغوں کے حوالے سے غالب یوں گویا ہوتے ہیں:

لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور(۳)

جسمانی عوارض کی تکالیف سے غالب کا پورا جسم داغ داغ ہو چکا تھا۔ جب جسم میں بارہ پھوڑے، سرایت کر جائیں اور ان پھوڑوں کی تکلیف کم ہونے کی بجائے بڑھتی جائے۔ حکیم، وید، اطبا کا علاج بے اثر ہو جائے، تو غالب تڑپے نہ تو کیا کرے۔ ٹیسیں بھی ایسی کہ جو نا قابل برداشت ہوں۔ چلنا پھرنا معدوم ہو جائے۔ چارپائی پر پڑے پڑے دن گزرے۔ اپنی اسی بے بسی کی کیفیت کو غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی بیماری کے حوالے سے غالب رقم طراز ہیں:

''میں برس دن سے بیمار تھا۔ ایک پھوڑا اچھا ہوا۔ دوسرا پیدا ہوا۔ اب فی الحال دونوں پاؤں ہاتھوں میں نو پھوڑے ہیں۔ دونوں پاؤں پر دو پھوڑے پنڈلی کی ہڈی پر ایسے ہیں کہ جن کا عمق ہڈی تک ہے۔ انہوں نے مجھ کو بٹھا دیا، اٹھ نہیں سکتا۔ حاجتی دھری رہتی ہے، پلنگ پر سے کھسل پڑا۔ پھر پڑ رہا۔''(۴)

کوئی ایک مرض ہو تو اس کو برداشت کیا جائے، جہاں ہزار ہوں تو ان سے نمٹنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ مثل مشہور ہے ''جس تن لاگے وہی تن جانے'' دوسرا تو یہی سمجھتا ہے بھلا چنگا ہے۔ خوب خوش گفتاری کر رہا ہے۔ اس کو کیا معلوم کس طرح اپنی طبیعت پر جبر کر کے عیادت کو آنے والوں سے محو کلام ہے۔ غالب نے خود اس کی عکاسی کی ہے:

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے(۵)

یہ منہ کی رونق دوسروں کو سراب میں مبتلا کر دیتی ہے اور بیمار انسان ان کے جملے سن کر پیچ و تاب کھا کے رہ جاتا ہے وہ جو کہتے ہیں:

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری(۶)

غالب بھی اپنوں اور غیروں کی ایسی ہی اذیتوں کا شکار تھے لیکن انتہائی سخت جان تھے۔ جس کا اظہار غالب نے اپنے شعر میں یوں کیا ہے:

کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا(۷)

کوئی ایک غم ہو غالب کی ذات کا تو بیان کیا جائے۔ جہاں زندگی غموں کا انبار بن جائے تو جینے کے لئے چیتے کا جگر چاہیے۔ شیر کا سا حوصلہ چاہیے۔ حزن و یاس اور مختلف عوارضوں کی اذیتوں نے غالب کو ادھ موا کر دیا تھا۔ نبی بخش حقیر کے نام اپنے خط میں دانتوں اور مسوڑھوں کی تکلیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اب میرا حال سنو! منجن پہنچا۔ درد سے مر رہا تھا۔ واللہ بے تکلف کہتا ہوں۔ میں نے اس پچپن برس کی عمر میں ایسی سریع التاثیر دوا نہیں دیکھی۔ ایک بار کے لگانے سے درد تو فوراً جاتا رہا۔ صبح کو ورم بالکل نہ تھا۔ ڈاڑھ کے درد کی مگر اکسیر یہ ہے، لیکن باوجود اس کے تکلیف نہ گئی۔ بھائی یہ درد از قسم اوجاع نزلہ و رطوبت نہیں۔ ڈاڑھ گرنے کو ہے۔ جگہ چھوڑ دی ہے۔ اوپر کو اٹھ آئی ہے۔ ہنوز کچھ علاقہ مسوڑھے سے باقی۔ جب وہ علاقہ جا چکے اور ڈاڑھ گر چکے تب فرصت ہو۔ چار ڈاڑھیں گر چکی ہیں، یہ پانچویں گرا چاہتی ہے۔ چوں کہ ہے انتہا میں، اس کو اکھڑوا نہیں سکتا۔ بہ ہر حال آپ کی عنایت سے وہ درد اور ورم کہ جو منشائے آزار تھا، جاتا رہا۔ اب یہ قصہ تو جب تک زندہ ہیں، رہے گا، پاؤں بھی اب اچھا ہے۔ زخم تھوڑا سا باقی رہا ہے۔ زحمت و تکلیف و رنج و آشوب نہیں ہے۔''(۸)

غالب کے یہ خطوط غالب کے جسمانی عوارض خواہ وہ دانت کا درد ہو، پاؤں کا ورم ہو، ڈاڑھوں کا گرنا ہو، درد قولنج ہو، ہاتھوں پر پھوڑے ہوں، رگوں کا پھولنا ہو یا افعالِ دماغ کے ناقص ہونے کی بات ہو، لرزے میں مبتلا ہونا ہو، اوجاعِ نزلہ یا رطوبت کا ذکر ہو، مسوڑھوں کی تکلیف ہو، یہ سب منشاء آزار تھے۔ زحمت و تکلیف، رنج و آشوب تھے۔ یہی تکالیف سہتے سہتے غالب کی زندگی گزری۔ میاں داد سیاح کے نام اپنی اس کیفیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ایک برس سے عوارضِ فسادِ خون میں مبتلا ہوں۔ بدن پھوڑوں کی کثرت سے سروِ چراغاں ہو گیا ہے۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔''(۹)

چودھری عبدالغفور سرور کے نام بھی اپنی بیماری کے بارے میں یوں اطلاع دیتے ہیں:

''برس دن سے فسادِ خون کے عوارض میں مبتلا ہوں۔ ثبور و اورام میں لدر رہا ہوں۔ برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی۔ نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر، مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ بائیں پاؤں پر، کفِ پا سے جہاں تک وہ پھوڑا ہے، پنڈلی پر ورم ہے۔''(۱۰)

چودھری عبدالغفور کو ایک اور خط میں اپنی بیماری کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں:

''صعوبت کو تصور کرو۔ ایک پھوڑا دائیں پہنچے میں، جس کو ساعد کہتے ہیں، دو پھوڑے بائیں پہنچے میں، یہ سہل ہیں۔ بائیں پاؤں میں کفِ پا و پشتِ پا سے لے کر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت رادعات، محللات سے کچھ نہ ہوا۔ اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیے۔ جب پکے، پھوٹے، تب مرہم لگایئے، کہو جب کفِ پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا؟''(۱۱)

حکیم غلام نجف خاں غالب کے دوست بھی تھے، ان کو اپنی حالت کے بارے میں اپنے خط میں اس انداز میں لکھتے ہیں گویا وہ ان کے سامنے بیٹھے ہیں اور ان کی کیفیت کو محسوس کر رہے ہیں اور غالب کو دلاسا دے رہے ہیں۔ خط کا اسلوب ملاحظہ ہو۔ کیا مکالمے کا انداز ہے! گویا آمنے سامنے بیٹھ کر دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں:

''بھائی! میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیسا ہوں؟ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے، پھوڑا بہ دستور ہے، رستا ہے خیر، محل اندیشہ نہیں ہے، رس رس کر مادہ نکل جائے گا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہوں۔ قبض کہ وہ جانی دشمن ہے، ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہ ہر حال:

مرگیست بنام زندگانی''(۱۲)

اپنی بے بسی، لاچارگی اور محتاجگی کے حوالے سے غالب اپنے دوست میاں دادخان سیاح کو ایک اور جگہ اپنے خط میں یوں مطلع کرتے ہیں:

''رات کو صحن میں سوتا ہوں۔ صبح کو دو آدمی ہاتھوں پر لے کر دالان میں لے آتے ہیں۔ ایک کوٹھری ہے اندھیری، اس میں ڈال دیتے ہیں۔ تمام دن اس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہوں۔ شام کو پھر دو آدمی بدستور لے جا کر پلنگ پر صحن میں ڈال دیتے ہیں۔''(۱۳)

غالب کے بہت سے اشعار غالب کی زندگی، بیماری ان کی بے بسی اور لاچارگی کے عکاس ہیں اور بسا اوقات تو غالب اپنے اشعار میں شکوہ کناں دکھائی دیتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے(۱۴)

ایک اور جگہ یوں بیان کرتے ہیں:

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیے(۱۵)

دکھ، تکلیف انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ زندگی کبھی پھولوں کی طرح مسکراتی ہے تو کبھی کانٹوں کی طرح اس قدر چبھتی ہے کہ انسان ان تکالیف سے عاجز آ کر مرنے کی دعا مانگتا ہے۔ غالب کے یہ خطوط پڑھ کر ہمیں غالب کے ہاں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت کا اظہار ملتا ہے کہ غالب اپنی ان تکالیف سے اس قدر تنگ آ چکے تھے کہ اپنے خطوط کے ذریعے اپنے دوستوں کو اپنے مرنے کے بارے میں پیش گوئی کیا کرتے تھے اور آخری عمر میں یہ شعر ان کی زبان پر ہوتا تھا:

دم واپسیں برسر رہا ہے
عزیز و اب اللہ ہی اللہ ہے(۱۶)

اسی طرح وہ اپنے اکثر خطوط میں بھی قریب مرگ ہونے کا ذکر کرتے تھے۔ درج ذیل چند اقتباسات ان کے ان خیالات کے عکاس ہیں:

''ستر برس کی عمر؛ آلام روحانی، نہ میں کہوں، نہ کوئی باور کرے، امراض جسمانی میں کیا کلام ہے؟ بائیں پاؤں میں مہینا بھر سے ورم ہے، کھڑے ہونے میں رگیں پھٹنے لگتی ہیں۔ افعال دماغ ناقص ہوگئے۔ حافظ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔''(۱۷)

ایک اور خط میں یوں رقم طراز ہیں:

''مجملاً حال میرا یہ ہے کہ قریب یہ مرگ ہوں۔ دونوں ہاتھوں میں پھوڑے، پاؤں میں ورم۔ نہ وہ اچھے ہوتے ہیں نہ یہ رفع ہوتا ہے۔''(۱۸)

مولوی منشی حبیب اللہ خاں ذکاؔ کو اپنے ضعف، قویٰ کے مضمحل ہونے اور بابت پیری لکھتے ہیں:

''میری تہتر برس کی عمر ہے۔ پس میں اخرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا، رفتہ رفتہ وہ بھی حافظے کے مانند معدوم ہوگیا۔ اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہیں، رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ غذا مفقود ہے، صبح کو قند اور شیرۂ بادام مقشر، دوپہر کو گوشت کا پانی، سرشام تلے ہوئے چار کباب، سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب اور اسی قدر گلاب، خرف ہوں، پوچ ہوں، ہیچ ہوں، عاصی ہوں، فاسق ہوں، روسیاہ ہوں، یہ شعر میر تقی میرؔ کا میرے حسب حالی ہے۔''

مشہور ہیں عالم میں، مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم(۱۹)

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد غالب مختلف عوارض کا شکار رہے۔ چار سال تک درد قولنج ان کے لئے وبال جان بنا رہا۔ پھر درد سر نے آن گھیرا۔ پھر جسم پر پھوڑے پھنسیاں سر و چراغاں ہوگئیں اور نزلہ زکام کی بنا پر ان کے مسوڑھے پھول گئے اور ایک ایک کر کے ان کی ڈاڑھیں جھڑنے لگیں۔ جس کی بنا پر ان کے لئے غذا چبانا مشکل تر ہوگیا۔ سماعت ان کی باطل ہوگئی۔ یادداشت بھی آہستہ آہستہ ساتھ چھوڑتی گئی۔ بصارت نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ مسلسل بیماریوں کی بنا پر ان کے پاؤں اور پنڈلیوں پر سوجن رہنے لگی یہاں تک کہ چلنا پھرنا ان کے لئے دوبھر ہوگیا۔ انہی ثبور واورام نے غالب سے زیست کا سارا سامان چھین لیا، لیکن غالب کی ہمت دیکھیے کہ آخری لمحے تک انہوں نے دوست احباب کے خطوط پڑھنے، سننے اور ان کے جواب لکھوانے سے گریز نہ کیا تا آنکہ ان پر مرگ کی بیہوشی طاری نہ ہوگئی۔

غالب نے اپنے خطوط میں اپنے اوپر بیتنے والی جن جسمانی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، اب وہ تمام اصطلاحات یا الفاظ متروک ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے عربی اور فارسی سے دوری اختیار کر لی ہے۔ جس کی بنا پر آج کے نوآموز محقق اور نقاد ان کے معنی و مفاہیم جاننے سے قاصر ہیں تا آنکہ وہ خصوصی دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ کرتے ہوئے مختلف لغات کا سہارا

نہ لیں ان کے مطالب ان کی سمجھ سے بالا ہوں گے یا وہ انہیں دقیق الفاظ/املا سمجھ کر پڑھنے سے اجتناب کریں گے۔اسی بنا پر ذیل میں غالب کی بیماری کے حوالے سے جن خطوط کے اقتباسات شامل مضمون ہیں۔مختلف لغات سے استفادہ کر کے ان کی فرہنگ /معانی ومفاہیم لکھنے کی سعی کی ہے تا کہ عام قاری اس دور کی اصطلاحات کے بارے میں جان سکے۔

ورم: سوجن، بیماری کے باعث یا چوٹ کے سبب جسم کا پھول جانا، پھولن، گومڑا (فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۶۴۸)

نیب کا بھرتا: نیم کا درخت، ایک نہایت تلخ درخت کا نام، اس کا چھلکا اتار کر، رگڑ کر پھوڑے پھنسیوں پر لگانا (فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۶۲۵)

قولنج: وہ درد جو قولون انتڑی میں پیدا ہوتا ہے۔ایک قسم کا دردِ شکم، دردِ پہلو (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۴۰۲)

پیپ: ریم۔مواد (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۶۴)

رسنا: ٹپکنا، چونا، تراوش کرنا (فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، ص:۳۵۸)

پھوڑا: بڑی اور موٹی پھنسی، گومڑا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۵۶)

تپ چڑھنا: بخار کا نمایاں ہونا، بخار سے بدن کا جلنے لگنا، بخار کا دورہ ہونا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۵۶)

پھوڑا پھوٹنا: پھوڑے سے آلائش نکلنا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۵۶)

سوزش: جلن، کھولن (فرہنگ تلفظ، ص:۴۷۲)

مادۂ منجمد: مادہ، پیپ، وہ چیز جو محسوس ہو سکے۔(فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۲۵۲)

پھاہا: وہ کپڑا جس پر مرہم لگا کر زخم پر چپکاتے ہیں، گول کترا ہوا کپڑا، روئی کا پھویا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۴۵)

اسہال: ایسی حالت جس میں روز کم سے کم تین بار آنتوں سے پتلا یا سیالی فضلہ آتا ہے۔دست، پتلی اجابت (فرہنگ تلفظ، ص:۳۷)

فالج: اعصابی خلل کے باعث اعضا کا شل ہو جانا (فرہنگ تلفظ، ص۵۳۳)

لقوہ: جبڑے کا فالج جس میں دہانہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔(فرہنگ تلفظ، ص:۶۰۵)

رنڈی: ارنڈ کا بیج، ایک ریشہ جو ریشم کی طرح نرم ایک کوئے سے نکلتا ہے جو ارنڈ کے درخت پر پلتا ہے۔اس بیج سے تیل حاصل کیا جاتا ہے جو لقوہ، فالج، قولنج، دمہ، کھانسی کے لئے نافع ہے۔ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ (فرہنگ تلفظ، ص:۲۶)

لرزہ: وہ کپکپی جو خوف یا بیماری کی وجہ سے ہوتی ہے۔(فرہنگ تلفظ، ص:۶۰۴)

اوجاع: تکالیف، درد (فرہنگ تلفظ، ص:۷۵)

رطوبت: گیلا ہونا، نمی، سیل، تھوک، مائعیت (فرہنگ تلفظ، ص:۴۲۸)

حاجتی: وہ ظرف جس میں بیمار چارپائی پر پڑے پڑے پیشاب کر لیتے ہیں یا امیروں کے پلنگ کے پاس بوقت شب رکھی جاتی ہے۔(فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، ص:۱۵۳)

قُبُور: چھوٹے دانے، چھوٹے پھنسی، ہلاکت، نقصان، بربادی (almaary.com)
رادعات: پیپ، مواد، زخم کی پکی ہوئی آلائشیں (فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، ص:۳۴۱)
جراحت: زخم، گھاؤ، ریش، چیر (فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، ص:۳۹)
افشردہ: نچوڑا ہوا، دبا کر نکالا، عرق، رس (فرہنگ تلفظ، ص:۴۷)

ان عوارض کی شدت اور کراہت کو بیان کرنے کے لئے اور ان تکالیف سے اپنی اکتاہٹ اور نقاہت کی منظر کشی جن الفاظ میں غالب نے کی ہے، ان میں سے چند ذیل ہیں:

مرغ نیم بسمل: بے قرار۔ مضطرب
احتراق: جلنا، سوختہ ہونا، بھڑکنا، سوزش، جلن (فرہنگ تلفظ، ص:۱۴)
تلوا: ایڑی اور پنجے کے بیچ کا حصہ، پاؤں کا زمین پر ٹکنے والا رخ (فرہنگ تلفظ، ص:۲۳۵)
کدوت: مکدر، کدورت آمیز (urduinc.com)
بے خور و خواب: وہ شخص جو کھائے نہ سوئے، بے چین و بے آرام (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۴۵۴)
لوٹ پوٹ کر: لڑکتا پڑکتا، لوٹنیاں کھاتا ہوا، عاشق، فریفتہ، اضطراب (فرہنگ آصفیہ، جلد چہار، ص:۲۱۹)
سخت جانی: جفاکشی، برداشتِ مصیبت، زحمت کشی (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۳۹)
تولیدِ دم صالح: تازہ خون بننا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۶۴۰)
سامعہ باطل: سننے کی قوت کم ہونا (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۱۲)
کفِ پا: پاؤں کا تلوا (فرہنگ تلفظ، ص:۵۶۴)
پوچ: صفت، لغو بیہودہ، جاہل، مہمل، احمق (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۳۹)
ہیچ: بے سود، قلیل، قابل نفرت (فرہنگ تلفظ، ص:۲۶۷)
عاصی: تقصیروار، خطا کار (فرہنگ تلفظ، ص:۵۱۴)
لنگ لنگاں: لنگڑا، لنگڑاپن (فرہنگ آصفیہ، جلد چہار، ص:۴۱۴)
صاحبِ فراش: وہ بیمار جو بستر سے نہ اٹھ سکے (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص۲۰۷)
مُقَصِّر: کوتاہی کرنے والا، کم رہنے والا (فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۳۸۶)
سریع التاثیر: صفت، جلد اثر کرنیوالا، زود اثر (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۶۷)
عُمق: گہرائی، قصر، تہ (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۲۸۷)
پڑ رہنا: لیٹ رہنا، سو رہنا، بے دلی سے سونا (فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۵۲۱)
سرو چراغاں: ایک قسم کا جھاڑ و جو سرو کے درخت کی مانند ہوتا ہے اور محفلوں میں روشن کیا جاتا تھا۔ (فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، ص:۴۷)
مفقود: کھویا گیا، ناپید (فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص:۳۸۱)
اَخرف: سٹھیایا ہوا، پیر فرتوت (فرہنگ تلفظ، ص:۱۷)

غالب کے یہ خطوط غالب کی خودنوشت کے آئینہ دار ہیں جن کو پڑھ کر ہم غالب کے دوستوں، ان کے رویوں اور دیگر سماجی باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ غالب نے جب یہ خطوط لکھے اس وقت فارسی، عربی زبان کا چلن عام تھا۔ انگریزی بھی بتدریج اپنی جگہ بنا رہی تھی لیکن ابھی تک تحریر وتقریر میں اس کا رواج عام نہ ہوا تھا۔ غالب نے اپنے دور کی مروج زبان جسے اردو کہا جاتا تھا، اس کو خطوط کے اظہار کا ذریعہ بنایا لیکن اس زبان میں عربی فارسی کے مرکبات عام تھے۔ آج کے دور میں چوں کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں فارسی اور عربی زبان سے رشتہ منقطع ہو چکا ہے اور عام قاری بھی فارسی اور عربی کی تراکیب سمجھنے سے قاصر ہے۔ غالب کے خطوط کا اسلوب اور اس میں برتی گئی زبان خاص طور پر ایسے خطوط جس میں غالب نے اپنی جسمانی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، ان خطوط میں حکیموں اور طبیبوں کی اصطلاحات برتی ہیں، یہ آج کے قاری کے لئے نئی ہیں۔ انہی مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے، شامل مضمون خطوط کے اقتباسات میں استعمال کی گئی اصطلاحات، مرکبات اور تراکیب کی فرہنگ شامل کی گئی ہے تاکہ آج کا قاری اور طالب علم اس سے استفادہ کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طباعت دوم، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۴۶

۲۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، مرتبہ: انتخاب خطوط غالب، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۰۴

۳۔ غالب، اسداللہ خاں،، دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، ص: ۲۰۵

۴۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، مرتبہ: انتخاب خطوط غالب، ص: ۱۰۳

۵۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوان غالب، مرتبہ: حامد علی خاں، لاہور: مطبوعات مجلس یادگار غالب، س ن، ص: ۱۴۲

۶۔ نسیم امروہوی، مشمولہ بیانۂ غزل (جلد اول)، تالیف: محمد شمس الحق، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ص ۴۱۰:

۷۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، ص: ۱۵۹

۸۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، مرتبہ: انتخاب خطوط غالب، ص: ۴۴

۹۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، مرتبہ: غالب کے خطوط، جلد دوم، لاہور: انجمن ترقی اردو پاکستان، بار دوم، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۵۹

۱۰۔ ایضاً، خط نمبر ۲۰، ص: ۶۱۵

۱۱۔ ایضاً، خط نمبر ۱۹، ص: ۶۱۳

۱۲۔ ایضاً، خط نمبر ۱۵، ص: ۶۳۳

۱۳۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، مرتبہ: انتخاب خطوط غالب، ص: ۱۱۵

۱۴۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوان غالب، مرتبہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور: ائیر کلینس پرنٹرز، جرمن ایڈیشن، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۴۷

۱۵۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوان غالب (نسخۂ عرشی)، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، ص: ۲۸۸

۱۶۔ ایضاً، ص: ۴۳۷

۱۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، مرتبہ: غالب کے خطوط، جلد دوم، خط نمبر ۹۹، ص: ۳۴۰

۱۸۔ ایضاً، خط نمبر ۱۰۲، ص: ۳۴۳

۱۹۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، مرتبہ: انتخاب خطوط غالب، ص: ۱۱۴